

رجسٹرڈ ایڈیشن نمبر ۲۲۹۶

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

سرپرستان - محاضرات - عام - طلباء - شاہی
 - - - - -
 انڈیا سے ماہ چھوڑ پٹا کھانے (دیکھو)



تاریخ نمائے اشاعت ہر انگریزی ماہ کی ۷-۱۲-۲۸-۲۸

جلد ۲ | قادیان دارالامان مورخہ ۱۰ صفر ۱۳۵۲ء مطابق ۱۲ مئی ۱۹۳۵ء نمبر ۶

Digitized by Khilafat Library Rabwah

دُعا ہے کہ صلاحیت کے جلد آثار ہوں پیدا

تو پھر شیطان کے چیلے نہ کیوں دوچار ہوں پیدا
 کہ ٹھیسلا ٹیگا گردنیا میں کچھ دیندار ہوں پیدا
 کہ ملت اور حکومت کے عدو احرار ہوں پیدا
 کہ شاید اس نئے حیلہ سے کچھ دیندار ہوں پیدا
 اگر ملت میں یونہی آستیں کے مار ہوں پیدا
 وے مشکل ہے گرفت میں کچھ غدار ہوں پیدا
 ابھی ایسے بھی ملت میں نہ نادار ہوں پیدا
 اگر کچھ دن تلک دنیا میں یوں میکار ہوں پیدا
 کہ شاید اس سیاہ کاری سے پیسے چار ہوں پیدا
 تمناؤں میں کہ ہنگامے سر یا زار ہوں پیدا
 مسلمانوں میں اگر ملت کے کچھ غمخوار ہوں پیدا
 دُعا ہے کہ صلاحیت کے جلد آثار ہوں پیدا

(عبدالرب افغان)

جہاں میں گرفتار کے علم بردار ہوں پیدا
 تہیہ کر چکا ابلیس یہ آغاز دنیا میں
 غرض ان سب قرائن سے یہی معلوم ہوتا تھا
 شہنشاہ کی ہے سلور جوہلی اور یہ مخالف ہیں
 خدا جانے مسلمانوں کی حالت کیا ہے کیا ہوگی
 نہیں خطرہ اگر دنیا میں سب اغیار ہوں پیدا
 گداگر بن کے لیڈر لٹتے پھرتے ہیں لوگوں کو
 بنیں گے اور احراری کہ روزی کھل گئی ان کی
 ہوئے ہیں احمدیت کے مخالف اب یہ بد باطن
 نالیش کر چکے ہیں لدھیانے میں یہہ بازاری
 بھرم کھل جائے ان کی اس رضا کاری کا دنیا میں
 صدائے احتجاج عالم سے اٹھی ہے سنو بہرہم

سلسلہ کی خبریں

(۱) سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ

بنصرہ ۹ مئی ۱۹۳۵ء کو بعد نماز عصر سندھ کی نوخیز
 اراضیات کے معاشرہ کے لئے بذریعہ موٹر چند دنوں کے
 لئے تشریف لے گئے۔ حضور کے ہمراہ حضرت صاحبزاد
 مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے ناظر تعلیم و تربیت جناب
 چوہدری فتح محمد صاحب سیال ایم اے ناظر اعلیٰ - مکرئی
 مولوی عبدالمنفی خان صاحب ناظر بیت المال اور
 شیخ یوسف علی صاحب بی اے بھی گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ
 حافظ و ناصر ہو اور بخیریت تمام واپس لائے۔ آمین۔
 (۲) امسال تعلیم الاسلام ہائی سکول کے ۳۳ طلباء اور ۲۸
 گرلز سکول قادیان ۱۲ طالبات نے انٹرنس کا امتحان دیا جن
 میں سے ۲۸ طلباء اور ۶ طالبات خدا کے فضل سے امتحان
 پاس کیا۔ یہ نتیجہ ایسا شاندار ہے کہ جس پر ہر دو سکولوں
 کے ہیڈ ماسٹر صاحبان قابل مبارکباد ہیں ۶ طالبات
 میں سومتی فضل الرحمن صاحب کی صاحبزادی نے فٹ ڈویژن
 میں ۵۸ نمبر حاصل کئے۔ اور حضرت نواب زادہ میاں
 عبداللہ خان صاحب کی صاحبزادی نے پرائیویٹ امتحان دیا

تصحیح :- فاروق ۲۳ جلد ۱۹ میں ملک احمد صاحب ایک وصیت شائع ہوئی ہے۔ جس کا نمبر غلطی سے ۵۲۷۵ لکھا گیا ہے۔ جو دراصل ۲۲۷۵ صحیح ہے درست کر لیں۔

(بقیہ مضمون صفحہ ۱۲)

مثال دنیا بنتی ہے۔ پھر بگڑ جاتی ہے۔ یہی حالت قدیم سے چلی آتی ہے۔ مادہ عالم بقول (آریہ صحابیان) قدیم ہے۔ اور اس مادہ سے جو یہ دنیا پیدا ہوئی ہے۔ اس سے پہلے ہی تھی۔ اور اسی طرح یہ سلسلہ ازل کی جانب چلا جاتا ہے۔ اور اس کی کوئی ابتداء نہیں ہے۔ یہ دنیا بنتی ہے۔ اور بگڑ جاتی ہے۔ اس سلسلہ کا کوئی آغاز نہیں ہے نہ انتہا ہوگا۔ اگرچہ ہر ایک حصہ اس سلسلہ کا آغاز و انتہا رکھتا ہے۔ مگر مجموعی حالت میں یہ سلسلہ بے آغاز ہے۔ اگرچہ مذکورہ بالا مثال خود بخود ایک عقلمند کے ذہن کے لئے اس بات کی کافی دلیل ہے۔ کہ یہ بالکل فضول بات ہے کہ کوئی سلسلہ ایسا بھی ہو کہ جس کی نہ ابتداء ہو نہ انتہا ہو۔ مگر انیسویں صدی کے ہمارے سوامی دیانند نے اسی گورکھ دھندے کو آریہ سماج کی پناہ کے لئے ایک قلعہ تصور فرما کر مان لیا ہے۔ اور کیوں نہ مانتے جبکہ اس کے ماننے سے سماج کی بھلائی نظر آتی تھی۔ گو میں یہ یقین نہیں کر سکتا۔ کہ سوامی جی کو یہ بھی نہ معلوم ہوا ہو۔ کہ سلسلہ پیدائش و فنا قدیم نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ پیدائش و فنا پرت سے انادی سلسلہ خود بخود نہیں ہے۔ بلکہ وہ ان خیال میں ایسے پریشکر کا بنایا ہوا ہے۔ کہ جو نہ کچھ پیدا کر سکا نہ کر سکتا ہے۔ اور نہ کر سکے گا۔ مگر تاہم وہ اس سلسلہ کا موجب ضرور ہے۔ سوامی جی تو اپنی ستیارتھ پرکاش کے متعدد مقامات پر تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اگرچہ ان کا پریشکر ایک ذرہ پیدا کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ مگر وہ مادہ عالم کے ذرات کو جو اس کی اپنی ذات کی طرح سے قدیم ہیں۔ اور وہ اپنی بقا کے لئے کسی پریشکر کے محتاج نہیں ہیں۔ جوڑ جاڑ کر یہ سلسلہ عالم بناتا ہے۔ اور پھر بگاڑ دیتا ہے۔ پس جبکہ یہ سلسلہ معلول ہے تو قدیم کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ علت اور معلول کبھی ایک ہی وقت سے نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ خود سوامی جی فرماتے ہیں۔

علت معلول سے سوال۔ بیج پہلے ہے یا درخت پہلے ہوتی ہے۔ اجواب۔ بیج! کیونکہ بیج وجہ سبب۔ باعث اور علت وغیرہ الفاظ مترادف ہیں چونکہ علت کا نام بیج ہے۔ اس لئے وہ معلول سے پہلے ہوتی ہے۔ (ستیارتھ پرکاش آٹھواں سہاس ۲۸) پس جبکہ خود سوامی جی ایک طرف علت کو معلول سے پہلے مانتے ہیں۔ دوسری طرف سلسلہ عالم کو معلول مانتے ہیں۔ یعنی مادہ عالم کو سلسلہ عالم کی علت مادی اور پریشکر کو علت فاعلی۔ تو صاف ظاہر ہے کہ سلسلہ عالم سے پہلے مادہ اور خدا ہے جو بقول سوامی جی دونو قدیم ہیں۔ اور چونکہ علت معلول سے پہلے ہوتی ہے اس لئے کبھی ہو ہی نہیں سکتا۔ کہ سلسلہ عالم اور مادہ ہم عمر ہوں۔ پس ضرور سلسلہ عالم کی ابتداء ہے اور وہ حادث ہے۔ اگرچہ لاکھوں مرتبہ یہ عالم پیدا ہو چکا ہو۔ اور لاکھوں ہی دفعہ پھر پیدا ہو مگر اس کا حد و ثابت ہے۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ سوامی دیانند جی ہمارا چالبازی اجواریوں کا ہرشی ہے وہ ایسی بے وقوفی کریں کہ ایک طرف تو سلسلہ عالم کو معلول مانیں اور دوسری طرف معلول کو علت کے بعد مانیں اور پھر بھی یہ مانیں کہ سلسلہ عالم پر وہ روپ سی انادی ہے۔ نہیں نہیں وہ رشی ایسا ہرگز نہ مانتا ہوگا۔ یہ صرف ایک چالبازی ہے کہ بے وقوفوں کو چال کے گورکھ دھندے میں بھنپا یا جاوے کیونکہ سوامی جی کا یہ مذہب ہے۔ کہ اپنا مطلب نکالنے کے لئے دغا بازی کرنا بالکل جائز ہے۔ چنانچہ آپ ستیارتھ پرکاش کے گیارہویں سہاس میں صفحہ ۳۸۵ پر شنکر اچاریہ کے کارناموں کو دکھا چکے ہیں کہ بعد فرماتے ہیں کہ یہ جو اور یہ ہم کی یکتائی اور دنیا کا جھوٹا ہونا شکر اچاریہ کا ذاتی اعتقاد تھا۔ تو وہ عمدہ اعتقاد نہیں۔ اگر جینیوں کی تردید کے لئے اس کو اختیار کیا ہو تو کچھ اچھا ہے۔

اگر ہمارے سماجی دوست چالبازی یا دغا بازی کے جواز کے لئے سوامی جی کا یہی پرمان لیکر دغا بازی کریں تو کوئی بڑی بات ہے۔ مگر افسوس ہے کہ ہمارے رشی کی یہ

چال آریہ (دیندار) کے نزدیک کبھی بھی فعل نیک نہیں کہلا سکتی۔ اگر ہمارے سماجی دوست ہمارے اس رائے سے کہ یہ چالبازی ہے متفق نہ ہوں۔ تو پھر ہمیں مجبوراً یہ کہنا پڑے گا۔ کہ سوامی جی کوئی بدھی مان آدمی نہیں تھے۔ کہ جنہوں نے اس قسم کی فاش غلطی کی ہے۔ اور اسی غلطی کے اظہار کے لئے ہم سوامی جی کے دوچار اور پرمان اسی مضمون کے متعلق دکھاتے ہیں۔ اور یہ صرف اس لئے کہ ہمیں خواہ مخواہ عیب گیر ہو چکا ہے۔ پریشکر کا ازلی ہونا پیدائش سوامی جی ستیارتھ عالم کی ہمیشگی کو ثابت نہیں کرتا (پرکاش ۲۹) اور ۲۹ پر فرماتے ہیں۔

سوال۔ کبھی دنیا کا آغاز ہے یا نہیں؟ اجواب۔ نہیں جیسے دن کے پہلے رات رات کے پہلے دن نیز دن کے پہلے رات رات کے پہلے دن برابر چلا آتا ہے۔ اسی طرح پیدائش کے پہلے پرے اور پرے کے پہلے پیدائش نیز پیدائش کے پہلے پرے اور پرے کے بعد پیدائش ازلی زمانے سے ہی دور چلا آتا ہے۔ اس کا شروع یا انتہاء نہیں۔ البتہ جس طرح دن یا رات کا آغاز اور اختتام دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح پیدائش اور پرے کا آغاز اور اختتام ہوتا ہے۔ جیسے پریشکر کے اوصاف افعال۔ عادات ازلی ہیں۔ ویسے ہی اس کے دنیا کی پیدائش قیام اور پرے کرنا بھی ازلی ہیں۔ جیسے پریشکر کے اوصاف افعال۔ عادات کا آغاز اور اختتام نہیں۔ اسی طرح اس کے کاموں کا بھی آغاز و انتہاء نہیں۔

مذکورہ بالا سوال و جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ چونکہ پریشکر ازلی ہے اور اس کی صفات بھی ازلی ہیں۔ اس لئے اس کے اثرات یا معلول بھی ازلی ہیں نہ ذات سے بلکہ بلحاظ سلسلہ کے۔ مگر میں تو اس فلسفے کے سمجھنے سے ہی قاصر ہوں کہ جو امور معلول ہیں۔ یا کسی علت کا نتیجہ ہیں۔ وہ خود ہی علت کی طرح قدیم کیسے ہو سکتا ہے۔ خواہ بلحاظ ذات کہو یا بلحاظ سلسلہ کے۔ سلسلہ کیا ہے صرف بعض حادث امور کا مجموعہ ہی۔ پس صاف ظاہر ہے کہ جس طرح محدود اعدا کا مجموعہ محدود ہی ہوتا ہے اگرچہ بار بار ان کو آپس میں ضرب دیتے جاؤ۔ مگر چونکہ اعداد محدود ہیں نتیجہ محدود ہے انسان چاہے اسے گن کے پانہ گن سکے اسی طرح ان واقعات کا مجموعہ کہ جن کا ہر حصہ ابتدا اور انتہا رکھتا ہے یا یوں کہو کہ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

فاروق

جلد ۲۰ قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۳۵ء نمبر ۶

کلام الامام امام الکلام

(از مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

مندرجہ ذیل مضمون آج سے قریباً چالیس سال قبل ۲۸ فروری ۱۸۹۷ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے عیسائیوں کے جواب میں لکھ کر اخبار مخبر دکن مدراس مورخہ ۱۱ مارچ ۱۸۹۷ء میں بطور ضمیمہ شائع کرایا تھا۔ وہ تمام مضمون ناظرین فاروق کے لئے نقل کیا جاتا ہے۔ تاکہ سلسلہ کے لڑکچر میں محفوظ ہو جائے (ایڈیٹر)

عیسوع مسیح کے نشانوں کی اس رقم کے نشانوں سے مقابلہ اور ایک پادری صاحب کا جواب

کچھ دن ہوئے ہیں کہ اس رقم نے حضرات پادری صاحبوں کو مخاطب کر کے یہ اشتہار شائع کیا تھا۔ کہ اگر حضرت موعود مسیح کے نشانوں کو میرے نشانوں سے قوت ثبوت اور کثرت تعداد میں بڑے ہوئے ثابت کر سکیں۔ تو میں ان کو ایک ہزار روپیہ انعام دے دوں گا۔

اس اشتہار کے جواب میں جو کچھ بعض پادری صاحبوں نے لکھا ہے۔ وہ اخبار عام ۲۳ فروری ۱۸۹۷ء میں بخوانہ کریمین ایڈووکیٹ چھپ گیا ہے۔ چنانچہ مجیب صاحب نے اہل انجیل کی عبارت لکھ کر اس بات پر زور دیا ہے۔ کہ جہوٹے رسول اور جہوٹے مسیح بھی ایسے بڑے نشان دکھلا سکتے ہیں۔ کہ اگر ممکن ہو۔ تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کریں۔ لیکن ظاہر ہے کہ یہ عبارت

انجیل جو صاحب رقم نے جس کی ہے۔ ان کے مدعا کو کچھ فائدہ بخش نہیں۔ بلکہ اس سے تو وہ خود زیر الزام آتے ہیں۔ کیونکہ جس حالت میں اسی قسم کے نشانوں پر بھروسہ کر کے یسوع کو خدا بنا دیا گیا ہے۔ تو یہ بڑا ظلم ہو گا۔ کہ دوسرا شخص ایسے ہی نشان بلکہ بقول یسوع بڑے بڑے نشان ہی دکھلا کر ایک سچا ملہم بھی نہ ٹھہر سکے۔ یہ منطق تو ہمیں سمجھ نہیں آتی۔ کہ یسوع کی ذات کے لئے وہ نشان ایسے کچھ جائیں جن سے اس کی ادنیٰ نسبت بپایہ ثبوت پہنچ جلتے اور اس کے خدا ہونے میں کچھ بھی کسر نہ رہے۔ پھر جب وہی نشان بلکہ بقول یسوع ان سے بھی کچھ بڑے چڑھ کر کسی دوسرے مدعی الہام سے صادر ہوں۔ تو اس

سچا رہے کا ملہم ہونا بھی ان سے ثابت نہ ہو سکے۔ یہ کس قسم کا اصول اور قاعدہ ہے کہ کیا کوئی سمجھ سکتا ہے؟ پھر سچوں کو اس پر بھی اصرار ہے کہ یسوع کے نشان اقتداری نشان ہیں۔ تبھی تو وہ خدا ہے! بہت خوب! لیکن ذرا ٹھہر کر سوچو کہ اگر جہوٹے نبی سے نشان ظاہر ہوں۔ تو وہ اقتداری ہی کیسے ظاہر ہو گئے اور کچھ کیونکہ جہوٹا خدا سے دعا نہیں کرتا۔ اور نہ خدا سے کچھ میل رکھتا ہے۔ سو اگر وہ کوئی نشان دکھلاوے تو اس میں کیا شک ہے۔ کہ اپنے اقتدار سے ہی دکھلائیگا نہ خدا سے۔ پس ایسے اقتداری نشانوں سے اگر خدا کی ثابت ہو سکتی ہے۔ تو ایک کاذب کی خدائی یسوع کی خدائی سے باعتبار ثبوت کے ادلی حد پر ہے۔ یسوع کے اقتداری نشانوں میں شبہ بھی ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ راستباز تھا۔ ممکن ہے کہ اس نے نشانوں کے دکھلانے میں خدا سے مدد پائی ہو۔ لیکن کاذب کے اقتداری نشانوں میں اس شبہ کا ذرہ دخل نہیں۔ کیونکہ وہ راستباز نہیں۔ اور نہ خدا سے کچھ مدد پا سکتا ہے۔ اور نہ خدا اس سے کچھ جوڑا اور تعلق رکھتا ہے۔ پس اس سچی اصول کے موافق اگر کاذب بڑے بڑے نشان دکھلاوے۔ تو ثبوت کیا اس کی تو خدا ہی نہایت صفائی سے ثابت ہو سکتی ہے۔ سچے نشانوں کے امکان صدور کے لئے مسیح کا سرٹیفکیٹ کافی ہے۔ پھر ایک کذاب کے خدا بن جانے میں کیا مشکلات ہیں۔ میں حیران ہوں۔ کہ عیسائی صاحبوں نے ان عبارتوں کو کیوں پیش کر دیا۔ اونکو تو محقق رکھنا چاہیے تھا۔ اب تو وہی بات ہوئی۔ کہ تیر خویش برپائی خویش۔

دوسرا جواب مجیب صاحب نے یہ دیا ہے کہ یسوع مسیح مردوں کو زندہ کرتا اور خدا میوں وغیرہ کو صاف کرتا تھا۔ لیکن افسوس کہ صاحب رقم نے اس جواب کے وقت میرے اشتہار کے اس فقرہ کو نہیں پڑھا۔ کہ قوت ثبوت میں موازنہ کیا جائیگا۔ افسوس انہوں نے یہ کیسی جلدی کی۔ کہ قصوں اور

کہا نیوں کو پیش کر دیا۔ صاحبو! مسیح کا مُردوں کو زندہ کرنا وغیرہ امور یہ سب ایسے قصے ہیں کہ جن کو خود یورپ کے محقق بنظر استہزا دیکھتے ہیں۔ ان کا نام ثبوت رکھنا اگر سادہ لوحی نہ ہو تو اور کیا ہے۔ اور اگر ثبوت اسی کو کہتے ہیں تو پھر دوسری قوموں کا کیا قصور ہے۔ کہ ان کے خداؤں کو قبول نہیں کیا جاتا۔ کیا ان کے دستوں اور کتابوں میں اس قسم کے قصے بکثرت بھرے ہوئے نہیں ہیں؟

دنیا میں اکثر یہی فساد پھیل رہا ہے کہ لوگ دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں کرتے۔ کون اس بات کو نہیں جانتا کہ یہود جن کے لئے یسوع بھیجا گیا تھا۔ وہ سب اس کے معجزات سے صاف منکر ہیں اب تک ان کی پورانی کتابوں سے لے کر آخری تالیفات تک میں یہی واسطہ ہے کہ اُس سے کوئی بھی معجزہ نہیں ہوا۔ چنانچہ بعض تاریخی کتابیں ان کی میرے پاس بھی موجود ہیں۔ پس کیا یہ تعجب کی بات نہیں کہ جس قوم کو مُردے زندہ کر کے دکھلائے گئے۔ اور ان کے جذباتی اچھے کئے گئے۔ اور ان کے مادر زاد اندھوں کی آنکھیں کھولی گئیں۔ وہ قدیم سے قطعاً ان باتوں سے منکر چلے آ رہے ہیں۔ اور کوئی فرقہ ان میں سے قائل نہ ہو بھلا اگر اور نہیں۔ تو اتنا تو چاہیئے تھا کہ جن کے باپ داداں پر یہ احسان ہوا وہی شکر کے طور پر مانتے چلے آتے۔ سو اب اگر عیسائیوں کی انجیل یہ بیان کرتی ہے کہ مُردے زندہ ہوئے تو اس کے برخلاف یہودیوں کی بہت سی کتابیں بیان کرتی ہیں کہ ایک ٹڈی بھی زندہ نہیں ہوئی۔ اور نہ اور کوئی نشان ظاہر ہوا۔ تو اب کون فیصلہ کرے کہ ان دونوں میں سے حق پر کون ہے۔ بلکہ تین دلیل سے بظاہر یہود حق پر معلوم ہوتے ہیں۔ (۱) اول یہ کہ عادت اللہ نہیں ہے کہ بار بار قبریں پھٹیں اور مُردے دنیا میں آ رہے۔ (۲) دوم یہ کہ یسوع نے انجیل میں آپ بھی معجزات دکھلانے سے انکار کیا ہے۔ بلکہ غصہ میں اگر معجزات مانگنے والوں کو حرام کار کہہ دیا ہے (۳) تیسرے یہود کی طرف سے

یہ حجت ہے کہ اگر یسوع میں مُردہ زندہ کر سکی طاقت ہوتی۔ تو وہ اپنی نبوت کے ثبوت کرنے کے لئے ضرور اس طاقت کو استعمال کرتا۔ لیکن جب اس سے پوچھا گیا تھا کہ مسیح سے پہلے ایلیا کہاں ہے تو اس نے اس وقت تاویل سے کام لیا۔ اور کہا کہ یوحنا بن زکریا کو ایلیا سمجھ لو۔ اور اسی وجہ سے یہود کے علماء اس کو قبول نہ کر سکے۔ پس اگر اس کو زندہ کرنے کی قدرت تھی۔ تو اس پر فرض تھا کہ وہ فی الفور ایلیا کو دکھلا دیتا۔ اور تاویلوں میں نہ پڑتا۔

غرض ایسے بے ہودہ قصے ثبوت میں داخل نہیں ہیں۔ بلکہ خود ثبوت کے محتاج ہیں۔ پھر کیا مناسب تھا کہ ثبوت رویت کے مقابلہ پر ایسے قصوں کو پیش کیا جاتا۔

اگر کہو کہ قرآن شریف میں عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا ذکر آیا ہے۔ سو واضح رہے کہ قرآن شریف کوئی تاریخی کتاب نہیں۔ اور نہ اس نے کسی تاریخی کتاب سے ان قصوں کو نقل کیا ہے۔ بلکہ اس کی تمام باتیں اس کی الہامی سچائی کی بنیاد پر مانی جاتی ہیں سو وہ جس الہام کے ذریعہ سے حضرت عیسیٰ کے معجزات کا ذکر کرتا ہے۔ اسی الہام کے ذریعہ سے یہ بھی بیان کرتا ہے کہ عیسیٰ صرف انسان تھا۔ خدا نہیں تھا۔ اند آنے والے بنی صلی اللہ علیہ وسلم کا مصدق تھا لیکن نہیں تھا۔ پس اگر قرآن کی وحی پر اعتماد اور ایمان ہے۔ تو پھر کوئی جھگڑا نہیں۔ ہم قرآن کی الہامی گواہی سے مانتے ہیں کہ عیسیٰ بن مریم ایک صالح آدمی اور پیغمبر تھا۔ اس نے کبھی خدا ہونے کا دعویٰ نہیں کیا۔ اور آئے والے رسول پر اس کو ایمان تھا۔ اور وہ صاحب معجزات تھا۔ مگر یاد رہے کہ یہ گواہی الہامی ہے نہ تاریخی۔ جو شخص قرآن کے الہام کو نہیں مانتا اس کے نزدیک یہ سب گواہی کا لحدم ہے اور جو مانتا ہے۔ وہ قرآن کے سارے بیان کو مانتا ہے۔ اگر ایمان نہیں تو یہ حوالہ بیکار ہے پس جو شخص قرآن کی وحی سے انکار کرتا ہے۔ وہ قرآن کی

شہادت سے کچھ نفع نہیں اٹھا سکتا۔ ہم نے عیسا کہ قرآن کی اس وحی کو قبول کیا ہے۔ کہ عیسیٰ علیہ السلام معجزات ظاہر ہوئے۔ ایسا ہی اس وحی کو بھی قبول کیا ہے۔ کہ وہ محض بندے اور خدا کے رسول اور ہمارے نبی کے مصداق تھے۔ اور قرآن کی شہادت کی قدر و قیمت صرف اس وقت تک ہے کہ جب اس کو خدا کی وحی سمجھی جاوے۔ پس جو شخص اس کو وحی مانتا ہے وہ اس کی ساری باتیں مانتا ہے۔ وحی کے ایک حصہ کو مانتا اور دوسرے کو رد کرنا دینداروں کا کام نہیں۔ ہمارا جھگڑا اس یسوع کے ساتھ ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتا ہے نہ اُس پر گزیدہ نبی کے ساتھ جس کا ذکر قرآن کی وحی نے مود تمام لوازم کے کیا ہے۔ (راقم۔ خاکسار غلام احمد قادیانی ۲۸ فروری ۱۹۲۹ء)

۳۳ سال پہلے کا رویا

۱۹ جنوری ۱۹۰۳ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مندرجہ ذیل رویا سنائی۔ جو اخبار ابدر مورخہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۳ء جلد ۲ کے صفحہ ۲ پر شائع ہو چکی ہیں جو غالباً فتنہ احرار سے تعلق رکھتی ہے۔ جو آج کل رونما ہو رہا ہے۔ فرمایا وہ کہ میں مصر کے دریائے نیل پر کھڑا ہوں۔ اور میری ساتھ بہت سے بنی اسرائیل ہیں۔ اور میں اپنے آپ کو موسیٰ سمجھتا ہوں۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ہم بھاگے چلے آتے ہیں۔ نظر اٹھا کر دیکھ دیکھا۔ تو معلوم ہوا کہ فرعون ایک لشکر کثیر کے ساتھ ہمارے تعاقب میں ہے اور اس کے ساتھ بہت سامان مثل گھوڑے و گاڑیوں و رتھوں کے ہے وہ بہت قریب آ گیا ہے۔ میرے ساتھی بنی اسرائیل بہت گھبراتے ہوئے ہیں۔ اور اکثر ان میں سے بیدل ہو گئے ہیں۔ اور بلند آواز سے چلاتے ہیں کہ لے موسیٰ ہم پکڑے گئے۔ تو میں نے بلند آواز سے کہا۔ کلا ان معی ربی سیہلہ بن اتنے میں میں بیدار ہو گیا اور زبان پر یہی الفاظ جاری تھے (رہفظ)

خالصہ شن

سکھ صاحبان کی مذہبی کتابوں میں تحریف

(۳)

(از گیانی واحد حسین صاحب احمدی مبلغ)

دسم گرنتھ میں تحریف

دو گرنتھ صاحب مشہور ہیں۔ ایک آد گرنتھ صاحب اور دوسرا دسم گرنتھ کے نام سے مشہور ہے۔ آد گرنتھ صاحب وہ ہے جس میں بقول سکھ صاحبان گور و نانک صاحب و انگد صاحب دھرم داس صاحب و رام داس صاحب و گورو وارجن صاحب اور ۹ دہنا پر سورجنا گورو دہر گوبند صاحب کی ہیں۔ اور گورو تیغ بہادر صاحب اور ایک دہر گورو گوبند صاحب کا اور ہنگو اور بہنوں کی بانی درج ہے۔ اور دسم گرنتھ وہ ہے جو گورو گوبند سنگھ صاحب اور ۵۲ شاعروں کی کلام۔ اس دسم گرنتھ کے مختلف نسخے پائے جاتے ہیں۔ جن کا آپس میں امت بھیید (اختلاف) ہے۔ چنانچہ سردار کاہن سنگھ صاحب لکھتے ہیں:-

”دسم گرنتھ دی بیڑا ایک بھائی سکھ سنگھ پٹنہ صاحب دے گرنتھی نے بھی لکھی ہے جس وچ چھکے بھگوتی ستوترا آدک شامل کر دتے ہن مورکھ لکھا ریاں دی کر پا کر کے کئی ہور بیڑاں بھی بن گئیاں ہن اور ارتھال سے انترتھ ہو گئے ہن پر کے گورمت پر بھی نے اس دے پورن سدھار دا پایا ہے نہیں کیتا چاہے۔ بیڑاں تال بے امت ہن پر کما دوی ہن اک بھائی منی سنگھ دی جس دا دوجا ناؤں بھائی دیپ سنگھ والی ہی ہے دجی بیڑا بھائی سکھ سنگھ دی جس لوں خاص بیڑا کر کے بھی سد دے ہن“ (دیکھو گورمت سدھار)

بھائی صاحب فرماتے ہیں۔ کہ دسم گرنتھ کی ایک جلد بھائی سکھ سنگھ گرنتھی پٹنہ صاحب نے تیار کی۔ اس میں بھگوتی چھکے ستوترا وغیرہ بانی اپنی طرف سے شامل کر دی۔ بے وقوف لکھنے والوں کی ہر بانی سے اور یہی کئی ایک جلدیں بن گئیں ہیں۔ اور انھوں کے انترتھ ہو گئے ہیں۔ پر کسی سکھ مت کے پیارے نے اس کی اصلاح کی کوشش نہیں کی۔ گو دسم گرنتھ کے مختلف نسخے کثرت سے ملتے ہیں۔ لیکن مسلم دم ہی ہیں ایک وہ جلد جس کو بھائی منی سنگھ والی یا جس کا دوسرا نام دیپ سنگھ والی بیڑا ہے اور دوسری بھائی سکھ سنگھ والی جس کو خاص بیڑا بھی کہا جاتا ہے اس جگہ بھائی صاحب صاف اقرار کرتے ہیں کہ دسم گرنتھ کے کثرت سے نسخے ملتے ہیں۔ جو فرضی اور بناوٹی ہیں۔ لیکن پھر بھی دو زیادہ مسلم ہیں۔ ان میں بھی اختلاف ہے۔ خاص بیڑا جو بھائی سکھ سنگھ گرنتھی نے بنائی اس میں انہوں نے تحریف کر کے بہت سے بانی چھکے بھگوتی ستوترا وغیرہ اپنی طرف سے شامل کر دیئے۔ پس ایسے لوگ آد گرنتھ صاحب کو کس طرح محفوظ رکھ سکتے تھے۔

ثبوت نمبر ۲۔ سردار کاہن سنگھ صاحب دسم گرنتھ کے متعلق تحریر فرماتے ہیں۔

”لوک پرسدھ دسم پاتشاہی دے گرنتھ دی کتھا جدا سنگھ دیپ ناؤں دسم گرنتھ ہے۔ ایوں ہے مانا سندری جی دی آگیا انسا رسال سمٹک اوچ

بھائی منی سنگھ جی دربار صاحب
گرنتھی تھا پے گئے۔ بھائی صاحب۔

اتم بیتی نال بنا ہی اوسکھ دھرم دا پرچار
کتیا اس ادھکار وچ ہور پستکال رچن توں ج
بھائی صاحب نے اک چوتھی بیڑا گورو گرنتھ صاحب
جی دی بنائی۔ جس وچ راگاں دے کرم انسا ہر ایک
سرت گورو اتے بھگت دی بانی اک اک تھاں جدی
کر کے لکھی۔ اور جتھوں کتھوں بڑے جتن نال دم سرت
گورو دی بانی اتے انو دادا کتر کر کے اک جلد دوسویں
پاتشاہ کا گرنتھ نام کر کے لکھی۔

ایہہ جو بھتی بیڑا گورو وارجن دیو جی دی رچنا
وردھ دیکھ کے پنھن دا بھائی صاحب پرانی کوپ ہو یا
اور گورو خالصے نے بیڑا پرمان کیتی سال ۱۷۹۵
وچ بھائی منی سنگھ جی سکھی دا سچا نمونہ دس کے لاہور
وچ شہید ہوئے جنہاں دے دیہانت پر پنھن دے دسم گرنتھ
لوں دمدے صاحب جو اس سمیں ودیا دی ٹکسال رکھاں
دی کانشی کر کے پرسدھ سی وچار لئی بھیج دتا خالصہ
دیوان وچ چر توڑی اس بیڑا پر چر چا ہوئی۔ کتھیاں
نے کہیا کہ جدی جدی پوتھیاں وچ بانی دار ہنیا لوگ
نہیں اک جلد وچ ہی سب دا اکثر ہنیا ٹھیک ہے۔
کتھیاں نے آکھیا ساڈا دھرم پستک اہی اک رہنا
چاہیے۔ جس لوں کلنی دھرم سوامی نے گورو پردی دے
وڈیا تیا ہے اور اس بیڑا دیاں جدیاں پوتھیاں
رہن جنہاں لوں ادھکار انسا رگنی گیان و دیار تھی
پٹھن پاٹھن کر سکھ ہنیاں نے آکھیا کہ اس دیاں دو
جلداں بنایاں جان اک وچ اہ بانی ہووے جو خالصہ
دھرم دے نیم پرگٹ کر دی ہے۔ اور دوجی وچ اتھاں
ادک لکھے جان کتھیاں نے آکھیا کہ بھائی منی سنگھ
جی دی اکثر کیتی بیڑا ایسے طرح رہے۔ پر اس وچ جو
کئی رہ گئی ہے۔ اور لکھا ریاں دی بھل کر کے جو بانی وچ
گڑ بڑ ہوئی ہے اس دا سدھار کیتا جاوے۔ پتھا۔
اکال استت وچ ۲۰۱ انگ توں ۲۱۰ تائیں پرشن
روپ دوہرے ہن پرانہاں دے اتر نہیں ہن سواتر

بھی کھوج کر کے لکھے جانے والے ۲۱۱ انگ توں جو دیر گھ
تر بھنگی چھند چلے ہے اور اکالی اُسست داپاٹھ نہیں
ہے اُس نوادوجے چنڈی چرتے ستوں ادھیان
دیچ لکھا جاوے۔ اکال اُسست ۲۷۲۱ وال انگ
کونج کے پورن کیتا جاوے اور گیان پر بودھ داپاٹھ
بہت باقی رہ گیا ہے اُس دی بھال کر کے پُستک سمجھیاں
ہونا چاہیے۔ اور میں نہ گنیش پر قلم مناؤں توں جوک
ہوئے کوئی یہو سدھارو پانٹھ کرشن اور بار دے
انت واسے جو بھاری دی بھول کر کے دچکار لکھیا
گیا ہے۔ اس نوں انت دیچ درج کیتا جاوے بہتیاں
سکھتاں نے رائے دی کہ ہور سب بانیاں تاں منی سنگھ
جی دی لکھی جیوں کی تیوں رہے پر چرتے اور ظفر نامے
دے نال جو ۱۱ حکا متاں لکھیاں ہن ایہہ بیڑ توں انگ
کیتیاں جان کیونکہ ایناں داپاٹھ دیوان دیچ نہیں ہو
سکا اور مایاں بیبیاں لئی تاں بہت ہی ٹھنڈا ہی
اسی طرح ہور ترک و ترک چرتاں ہندی رہی پر
کوئی فیصلہ نہیں ہویا۔ اتنے دیچ بھائی متاب سنگھ
جی متے رنگر دے ہتھوں (سال ۱۹۷۹ء) دیچ (دربا
امرتسر جی دی بے ادبی دا حال سن کے بیکانیر توں امرتسر
آپڑن لئی راہ جانڈے دمدے صاحب آپنچے پنٹھ
نے انہاں دی رائے بھی دسم گرنتھ دشنے لئی تاں انہاں
نے آکھیا جے میں متے نوں مار کے مر دمدے صاحب
آیا تاں بیڑ بھائی منی سنگھ جی دی لکھی قائم رہے۔
اور جے میں امرتسر جی شہید ہو گیا۔ تاں جلد کھولکے
جڈیاں جڈیاں پو پھتیاں بنا تیاں جان بھائی متاب سنگھ
جی بہادری دے نال پابسر انیاں متے نوں مار کے
جیکارے گجو وندے دمدے صاحب آئے پنٹھ نے
بھائی صاحب دا بھاری سمنان کیتا انہاں دے بچن
اونار دسم گرنتھ دی بیڑ بھائی منی سنگھ جی دے
لکھے کرم اونار قائم رہی پر تو پنٹھ نے دشمنیش
تھلے نیم توں وردھ اے فیصلہ شخصی رائے پر کیتا
چائید اے سی کہ دیوان دی سرب سمیتی نال گور متا موڈھیا
جاندا (دیکھو گور مت سدھار کر)

اس مندرجہ بالا پنجابی عبارت کا خلاصہ
مطلب یہ ہے کہ اگر گرنٹھ صاحب جو سری گورو
ارجن صاحب نے جمع کیا تھا۔ جس کی تین مختلف
جلدیں تو پہلے تھیں۔ لیکن ایک چوتھی جلد اصل گرنٹھ
صاحب کے اصول کے خلاف بھائی منی سنگھ نے
بنائی جس کو پنٹھ نے غیر مستند قرار دیا۔ اور دسم گرنتھ
کی بھی ایک جلد تیار کی۔ منی سنگھ کی وفات کے بعد
اس دسم گرنتھ کے نسخے کو جو بھائی منی سنگھ نے جمع
کیا تھا۔ پنٹھ نے اس کو دمدے صاحب میں جو سکھوں
کی تعلیمی درس گاہ تھی بھیج دیا۔ اس پر خالصہ دیوان میں
بہت بحث ہوتی رہی۔ کوئی کہتا کہ اس کو ایسا ہی اپنے
دیا جائے۔ اور کوئی کہتا کہ اس کی علیحدہ علیحدہ کتابیں
ہونی چاہئیں۔ اور کئی لوگوں نے کہا کہ اس کی دو
جلدیں بنائی جاویں۔ ایک میں وہ بانی ہو جو سکھ دھرم
کے اصول ظاہر کرے۔ اور دوسری تواریخی ہو۔ کئی
سجھنوں نے کہا کہ بھائی منی سنگھ صاحب کی جمع کردہ
جلد اسی طرح رہے۔ لیکن اس میں جو کمی رہ گئی ہے۔
اور لکھنے والوں کی بھول سے جو کلام میں تغیر و تبدل
ہو گیا ہے۔ اس کو درست کیا جاوے۔ یعنی اکال
اُسست میں ۲۰۱ نمبر سے ۲۱۰ تک جتنے دوسرے
ہیں وہ سب سوال ہیں۔ لیکن آگے ان کا جواب نہیں
ہے۔ اور ان کے جواب تلاش کر کے دسم گرنتھ میں
جمع کئے جاویں۔ اور ۲۱۱ نمبر سے جو دیر گھ تر بھنگی
شروع ہوتا ہے وہ اکال اُسست کا پانٹھ نہیں ہے
اس کو دوسرے چنڈی چرتے کے ساتوں ادھیانے
میں لکھا جائے۔ اکال اُسست کا ۲۷۲ انگ تلاش
کر کے پورا کیا جاوے۔ اور گیان پر بودھ کا بہت
ساحصہ باقی رہ گیا ہے۔ اس کی بھی تلاش کر کے کتاب
کو ختم کیا جانا چاہیے۔ اور میں نہ گنیش پر قلم مناؤں
سے نہ کر چوک ہوئے کوئی یہو سدھارو تک یہ پانٹھ
کرشن اور بانی کے آخر کا ہے۔ جو لکھنے والے کی
غلطی سے درمیان میں لکھا گیا ہے۔ اس کو آخر میں دیچ
کیا جاوے۔ بہت سکھوں نے یہ رائے دی کہ اور تو

بھائی منی سنگھ کی لکھی ہوئی کلام سب ویسی کی ویسی
رہے۔ لیکن چرتے اور ظفر نامے کے ساتھ جو ۱۱ حکا متاں
درج ہیں۔ ان کو دسم گرنتھ کی جلد سے نکال دیا جائے۔
کیونکہ ان کا پانٹھ دیوان میں نہیں ہو سکتا۔ اور مستورات
کے لئے بہت مشکل ہے۔ اسی طرح بہت دلیل بازی
ہوتی رہی۔ لیکن کوئی فیصلہ نہ ہوا۔ اتنے میں بھائی متاب سنگھ
صاحب امرتسر متے رنگر کو قتل کرنے جاتا ہوا دمدے صاحب
ٹھہرا۔ قوم نے یہ سارا معاملہ ان کے سامنے پیش کیا۔ تو
بھائی صاحب نے کہا کہ اگر تو میں متے کو امرتسر میں قتل
کر کے زندہ واپس آگیا۔ تو یہ کتاب اسی طرح قائم ہے۔
اور اگر میں مارا گیا۔ تو پھر ان کی علیحدہ علیحدہ کتابیں
بنائی جائیں۔ اتفاق سے بھائی متاب سنگھ زندہ
واپس آگیا۔ تو ان کے قول کے مطابق دسم گرنتھ کی جلد
اسی طرح رہی۔ لیکن پنٹھ نے گورو گوبند سنگھ صاحب
کے اصول کے خلاف یہ فیصلہ شخصی رائے پر کیا چاہیے
تو یہ تھا کہ جلد کر کے کثرت رائے سے فیصلہ کیا جاتا

ناظرین یہ حالت ہے دسم گرنتھ کی جس کو
بھائی منی سنگھ صاحب نے جمع کیا۔ اور اس مندرجہ
بالا عبارت سے آپ کو سکھ صاحبان کے خیالات کا بھی
کافی علم ہو گیا ہوگا۔ کہ وہ کس بے رحمی سے کانٹ
چھانٹ کرنا چاہتے تھے۔ بلکہ وہ کسی حد تک کامیاب
بھی ہو گئے۔ اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ اول تو منی سنگھ
کی جمع کردہ کلام ہی نامکمل تھی۔ اور جو اکٹھی بھی ہوئی
اس میں بھی گڑبڑ یعنی محرف و مبدل کیا گیا۔ اور پھر
وہ ۱۱ حکا متاں اور چرتے کو اس لئے نکالنا چاہتے
تھے کہ ان کا پانٹھ سجھا میں نہیں ہو سکتا اور غور تو
کے لئے مشکلات تھیں۔ کیا ایسے شخصوں پر اعتبار
ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سری گورو گرنتھ صاحب میں
بھی تحریف نہ کی ہوگی۔

ثبوت نمبر ۳۔ پھر گیانی کا بن سنگھ صاحب
تحریر فرماتے ہیں۔ کہ ریاست سنگھ ور میں ایک
دسم گرنتھ ہے۔ اس میں ایک پانٹھ درج ہے چنانچہ

مشین احمدی

ہدایات زمین برائے احمدی مبلغین

(۱)

(فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ)

جنوری ۱۹۲۱ء میں حضرت سیدنا فضل عمر امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے قادیان کے شعبہ تبلیغ کے احباب کو ایک مجلس میں بلا کر تبلیغ احمدیت کے متعلق جو ہدایات فرمائی تھیں۔ وہ آجکل ہر ایک احمدی کے کانوں تک پہنچانی ضروری ہیں۔ اس لئے میں ان ہدایات کو باقسطہ ناظرین فاروق تک پہنچاتا ہوں۔ (ایڈیٹر)

(مخاطبین)

ان کا حلقہ نظر بہت ہی محدود ہے۔ اور ان کی مثال ایسی ہے۔ جیسی کہ کوئٹہ کے مینڈک کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ کہ کوئی کوئٹہ کا مینڈک تھا۔ وہ سمندر کے مینڈک سے ملا۔ اور پوچھا بتاؤ۔ سمندر کتنا بڑا ہے۔ سمندر کے مینڈک نے کہا۔ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس نے کہا۔ کیا کوئٹہ جتنا۔ کہا۔ نہیں بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس پر کوئٹہ کے مینڈک نے ایک چھلانگ لگائی۔ اور کہا اتنا بڑا ہوتا ہے اس نے کہا۔ نہیں یہ کیا ہے۔ وہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ اس پر کوئٹہ کے مینڈک نے دو تین اکٹھی چھلانگ لگ کر پوچھا۔ اتنا بڑا۔ اس نے کہا۔ یہ کیا ہے۔ ہر وہ اندازہ لگا ہو۔ سمندر تو بہت بڑا ہوتا ہے۔ کوئٹہ کے مینڈک نے کہا۔ تم بہت جھوٹے ہو۔ اس سے بڑا کیا ہو سکتا ہے۔ میں تم جیسے جھوٹے کے ساتھ بات نہیں کرنا چاہتا۔ تو طالب علموں کی مثال ایسی ہی ہوتی ہے۔ ان کو اگر ایک بات بھی مل جاتی ہے۔ اور استاد سے کوئی ایک دلیل ہی سن لیتے ہیں۔ تو کہتے ہیں۔ اسی دلیل کو لے کر کیوں لوگ نہیں نکل جاتے۔ اور

فرمایا۔ اس مجلس میں میں نے ایک تو ان لوگوں کو بلایا ہے جو تبلیغ کا کام کرتے ہیں۔ اور دوسرے ان کو بلایا ہے جو آئندہ مبلغ ہونے والے ہیں۔ تاکہ ابھی سے ان کے کانوں میں یہ باتیں پڑیں۔ اور ان کے دلوں میں نقش ہوں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بچہ کے پیدا ہوتے ہی اس کے کان میں اذان کہنے کا ارشاد فرمایا ہے۔ تاکہ پہلے دن ہی اس کے کان میں خدا کا نام پڑے تو میں نے اس لئے کہ جو مبلغ ہونے والے ہیں۔ ان کے دلوں میں ابھی سے یہ باتیں بیٹھ جائیں۔ ان کو بھی بلایا ہے۔ یہ بھی اس وقت میرے مخاطب ہیں۔ پھر میرے مخاطب منتظر ہیں۔ جنہوں نے مبلغین سے کام لینا ہے۔ کیونکہ جب تک انہیں ان باتوں کا علم نہ ہو۔ وہ کام نہیں لے سکتے۔ تو اس وقت میرے مخاطب تین گروہ ہیں۔ اول وہ جو کام کر رہے ہیں۔ دوسرے وہ جو اس وقت تو کام نہیں کر رہے۔ لیکن دو تین سال کے بعد کام کرنے والے ہیں۔ اور تیسرے وہ جنہوں نے کام لینا ہے۔

مخاطبین کی پہلی قسم

پھر اس وقت میرے سامنے تین قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ جن کا حلقہ نظر بہت ہی محدود ہے۔ جیسے طالب علم جو آئندہ کام کرنے والے ہیں۔

اصل عبارت حرب ذیل ہے۔

”ریاست سنگرود دہج ایک دسم گرنٹھ ہے۔ جس سے ۱۲۲۳ دیں پترے پر ایہہ پاٹھ لکھیا آسانہ کہ براہمنان نا پر سو پاک جائے۔ پر بھوتیاگ دو جے لگے کنہہ نرک ہہہ پاٹھ (گورمت سدھار کر)“

چنانچہ اس شلوک کو گیارہ صاحب بطور سند براہمنوں کی تردید میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ یہہ پاٹھ دوسرے دسم گرنٹھوں میں نہیں ملتا۔ اس سے زیادہ دسم گرنٹھ کی تحریف کا اور کیا ثبوت ہو سکتا ہے۔ بوجہ مضمون کے بڑھ جانے کے اس کو یہیں ختم کرنا ہوتا بھائی منی سنگہ کی جنم ساکھی کے متعلق اس کے نمبر میں عرض کر دیا گا۔ (باقی دارد)

۳۴ مئی کو احکام کا خاص نمبر شائع ہوگا

چونکہ ۳۴ مئی سنہ ۱۳۵۶ کو ہر جگہ تحریک جدید کے متعلق جلسے ہوں گے۔ اس تقریب کے لئے دفتر احکام کی طرف سے ایک خاص نمبر شائع کیا جائیگا۔ جس میں سیرت مسیح موعود علیہ السلام کے مختلف پہلوؤں پر بحث ہوگی۔ اور علاوہ ازیں تحریک جدید کے متعلق ہی چند صفحات خاص کر دیئے جائیں گے۔ موجودہ فتنے میں ایسے نمبر کی عام اشاعت کی سخت ضرورت ہے احباب خرید کر غیر احمدی پبلک میں مفت تقسیم کر کے عند اللہ باجور ہوں۔ پچاس سے اوپر کا پیاں خریدنے والوں کو چھٹے سینکڑہ کے حساب سے اور پچاس سے کم کو مرنی کاپی کے حساب سے پرچے مل سکیں گے۔

آرڈر دینے والے احباب قیمت نقد ادا کریں۔ ۶ مئی تک آرڈر بک لئے جائیں گے۔ اس کے بعد کے آرڈر کی تعمیل نہ ہو سکے گی۔ آرڈر کے ہمراہ قیمت نقد آنی چاہیئے۔ ورنہ تعمیل نہ ہو سکے گی۔ خط و کتابت و ترسیل زر بنام ایڈیٹر احکام قادیان

ساری دنیا کو کیوں نہیں منوالیتے۔ اس کی کیا تردید ہو سکتی ہے۔ اور کون ہے جو اس کو توڑ سکتا ہے۔ حالانکہ مختلف طبائع مختلف دلائل کی محتاج ہوتی ہیں۔ اور مختلف لیاقتوں کے دشمنوں کے مقابلہ

میں مختلف ذرائع کو اختیار کرنا پڑتا ہے۔ اگر ایک دلیل ایک قسم کے دلائل یا پنج آدمیوں کے لئے مفید ہوتی ہے۔ تو سینکڑوں پر اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا وہ بعض اور قسم کے دلائل کے محتاج ہوتے ہیں۔ پس مبلغ کے لئے ایک نہ ختم ہونے والے خزانہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

تو بعض لوگوں کے خیالات بالکل محدود ہوتے ہیں۔ وہ ایک دلیل کو لے لیتے ہیں۔ اور خیال کرتے ہیں کہ یہ ایسی دلیل ہے۔ کہ اس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اور یہ سب کے لئے کافی ہے۔ حالانکہ ایسا نہیں ہے۔ پھر یا ایسے لوگوں کی مثال اُن بچوں کی سی ہے۔ جو گاؤں میں رہتے ہیں۔ اور ان کا کام یہ ہوتا ہے۔ کہ بیرپوں کے درختوں کے سرے سے بیر کھا چھوڑے یا جانوروں کے لئے چارہ لے آئے۔ یا جانوروں کو باہر چرالائے۔ انہوں نے نہ کبھی کوئی شہر دیکھا ہوتا ہے۔ نہ ریل اور تارے واقف ہوتے ہیں۔ اور جب کوئی ان کے متعلق انہیں باتیں سناتا ہے۔ تو وہ اس طرح سنتے ہیں۔ جس طرح کہانیاں سنی جاتی ہیں۔ اس سے زیادہ دلچسپی ان کو نہیں ہوتی۔ اور نہ کوئی اثر ان پر پڑتا ہے۔ ان بچوں میں سے بہت کم ایسے ہوتے ہیں۔ جن کے قلب پر یہ اثر پڑتا ہے۔ کہ جب ہم بڑے ہوں گے تو ان چیزوں کو دیکھیں گے۔ ورنہ سب ان باتوں کو سنکر اسی طرح مطمئن ہو جاتے ہیں۔ جس طرح مقبول اور کہانیوں کے سننے کے وقت ہوتے ہیں۔ کہانیاں سن کر انہیں کبھی یہ خیال نہیں آتا۔ کہ جن باتوں کا ان میں ذکر ہے۔ ان کو ہم دیکھیں اور معلوم کریں۔ یہی حال طالب علموں کا ہوتا ہے۔ اور ایسے ہی لوگوں کا جن کے خیال وسیع نہیں ہوتے۔ وہ سمجھتے ہیں۔ کہ صرف ایک نکتہ سے وہ سب مباحثات میں فتح پالیں گے۔ وہ حیران ہوتے ہیں۔ کہ دشمن کی فلاں دلیل کو توڑنا کونسی مشکل بات ہے۔ ہمارے استاد نے یا فلاں مولوی صاحب نے جو بات بتائی ہے۔ اُس سے

فوراً اسے رد کیا جاسکتا ہے۔ اور دشمن کو اپنی بات منوانے کے لئے مجبور کیا جاسکتا ہے۔ وہ یہ سمجھتے ہی نہیں۔ کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ کہ جو ایک غلط اور نادرست بات بھی ایسے طور پر پیش کر سکتے ہیں۔ کہ عوام کو درست ہی معلوم ہو۔ یا ایک ایک بات میں اعتراض کے کئی ایسے پہلو نکالے جاسکتے ہیں۔ جن کی طرف پہلے ان کا خیال ہی نہیں گیا ہوتا۔

دوسری قسم

دوسرا گروہ وہ ہے۔ جس کی نظر تو محدود نہیں ہے۔ وہ دنیا میں پھرے ہیں۔ لوگوں سے ملے ہیں۔ مخالفین کے اعتراضات سننے کا انہیں موقع ملا ہے۔ مگر ان کی نظر کی وسعت عرض کے لحاظ سے ہے۔ عمق کے لحاظ سے نہیں۔

میں نے عورتوں کو کئی دفعہ بڑی حیرت سے یہ کہتے سنا ہے کہ لوگ خدا کا انکار کس طرح کر سکتے ہیں۔ بھلا خدا کی ہستی کا بھی انکار کیا جاسکتا ہے۔ مگر ان کو دنیا کا علم نہیں ہوتا۔ اور وہ نہیں جانتیں۔ کہ دنیا میں ایسے بھی لوگ ہیں۔ جو حیرت سے پوچھتے ہیں۔ کہ دنیا خدا کو مانتی کیوں ہے۔ بھلا اس کے ماننے کے لئے بھی کوئی دلیل ہو سکتی ہے۔ ان عورتوں نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہو کر یہ سمجھا۔ کہ خدا کا انکار کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ لیکن اگر ان کی نظر وسیع ہوتی۔ اور وہ دنیا کے لوگوں کی حالت سے آگاہ ہوتیں۔ تو پھر وہ حیرت کے ساتھ یہ نہ کہیں۔

تو ہمارے مبلغوں میں سے بعض ایسے ہیں۔ جن کو عرض کے لحاظ سے تو وسعت حاصل ہے۔ مگر ان کے اندر عمق نہیں ہے۔ وہ یہ جانتے ہیں۔ کہ لوگوں میں مذہبی مسائل میں کتنا اختلاف ہے۔ مگر یہ نہیں جانتے۔ کہ کیوں ہے۔ کیوں پیدا ہوا ہے۔ اس کی وجوہات کیا ہیں۔ ان کی مثال ایسی ہی ہے۔ جیسا کہ ایک شخص کو میں جھانک

کر دیکھتا ہے۔ کہ اس میں پانی ہے۔ اور اتنی جگہ میں ہے۔ مگر یہ نہیں جانتا کہ کتنی گہری زمین سے جا کر پانی نکلتا ہے۔ اور کس طرح نکلتا ہے۔ تو یہ لوگ دنیا کے اعتراضات سے واقف ہیں۔ دنیا کے خیالات سننے کا انہیں موقع ملا ہے۔ وہ جانتے ہیں۔ کہ دنیا میں دہریت پیدا ہو رہی ہے۔ انہیں علم ہے۔ کہ ایسے لوگ ہیں۔ جو مذاہب کے پیروؤں کو حقیر جانتے ہیں۔ مذاہب پر ہنسی اُڑاتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں جانتے۔ کہ اس کی وجوہات کیا ہیں۔ کیوں لوگوں میں ایسے خیالات پیدا ہو رہے ہیں۔ کیوں وہ مذاہب کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

تیسری قسم

تیسرا گروہ وہ ہے۔ جس کو یہ تینوں باتیں حاصل ہیں۔ اس کی نظر بھی وسیع ہے۔ وہ لوگوں کے خیالات کے عرض سے بھی واقف ہے۔ اور ان کے عمق کا بھی علم رکھتا ہے۔ یعنی ان خیالات کے پیدا ہونے کے جو اسباب ہیں۔ ان سے واقف ہے۔ اور جانتا ہے کہ اس ظاہری تغیر کے پس پردہ کیا طاقتیں کام کر رہی ہیں۔

تینوں قسم کے لوگوں کو مخاطب کر کے غرض

اس وقت جو باتیں میں کہوں گا۔ وہ ان تینوں گروہوں کو مد نظر رکھ کر کہوں گی۔ اور گو بعض کے لئے ان کا سمجھنا مشکل ہوگا۔ لیکن جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔ ایک گروہ یعنی طلباء کو سننے کی یہی غرض ہے۔ کہ اس کے کان میں اس قسم کی باتیں پڑتی رہیں۔ اور اس کے دل میں نقش ہوتی رہیں۔ دوسرے دو طبقوں کے لوگ جو اپنی واقفیت اور تجربہ کی وجہ سے ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں۔ ان کو سننے کی یہ غرض ہے۔ کہ اگر انہیں معلوم نہ ہوں۔ تو اب واقف ہو جائیں۔ اور اگر معلوم ہوں تو ان پر اور غور و فکر کریں۔ اور ان سے اچھی طرح

فائدہ اٹھائیں :

مبلغ کے معنی اور اس کا کام

اس تمہید کے بعد میں اس امر کے متعلق کچھ بیان کرنا چاہتا ہوں۔ کہ مبلغ کسے کہتے ہیں اور اس کا کیا کام ہے۔ مبلغ کے معنی ہیں پہنچا دینے والا۔ مگر جب ہم یہ لفظ بولتے ہیں۔ تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا۔ کہ خواہ وہ کچھ پہنچا دے۔ اس کو مبلغ کہا جائیگا۔ مگر اسلامی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہوتی ہے۔ کہ ایسا شخص جو دوسروں کو اسلام کی تعلیم پہنچائے۔ آج کل کے مبلغ تو غلطی مبلغ ہیں۔ بعض لوگ نبوت غلط پر ہی بحث کر رہے ہیں۔ مگر سچی بات یہ ہے۔ کہ ہمارا کبھی کبھار غلط ہی غلط ہے۔ ایمان ہی غلط ہے۔ تبلیغ بھی غلط ہے۔ کیونکہ پہلے اور اصلی مبلغ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ ان کی وساطت اور ذریعہ سے ہی دوسرے لوگ مبلغ بن سکتے ہیں۔ اسی طرح اگر کوئی حقیقی اور اصلی مومن ہے۔ تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ ہم سب غلطی مومن ہیں۔ کیونکہ ہم نے مومن بننے کے لئے جو کچھ لیا ہے۔ رسول کریم سے ہی لیا ہے۔ تو حقیقی مبلغ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ ان کو خدا تعالیٰ نے کس بات کا حکم دیا ہے۔ خدا تعالیٰ رسول کریم کو فرماتا ہے۔ بلغ ما انزل الیک من ربک جو کچھ تجھے پر تیرے رب کی طرف سے اتارا گیا ہے۔ وہ لوگوں تک پہنچا دے۔ اور اگر اس میں کوتاہی کرے تو مبلغ نہیں کہلا سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ بلغ ما انزل الیک من ربک پہنچا دے۔ جو اتارا گیا ہے۔ تجھے پر تیرے رب کی طرف سے وان لہ تفعل فما بلغت رسالتہ۔ اور اگر تو نے یہ کام نہ کیا۔ تو تب خدا کا پیغام نہ پہنچایا۔ اس کے اگر یہ معنی کئے جائیں۔ کہ تو نے خدا کا کلام اگر نہ

پہنچایا۔ تو کلام نہ پہنچایا۔ تو کلام بے معنی ہو جاتا ہے۔ مثلاً کوئی کہے۔ کہ اگر تو نے روٹی نہیں کھائی تو نہیں کھائی۔ یا پانی نہیں پیا تو نہیں پیا۔ تو یہ لغویات ہوں گی۔ کیونکہ جب روٹی نہیں کھائی۔ تو ظاہر ہے۔ کہ نہیں کھائی۔ پھر یہ کہنے کا کیا مطلب کہ تو نے نہیں کھائی۔ یا پانی نہیں پیا۔ تو ظاہر ہے کہ نہیں پیا۔ پھر یہ کہنے کا کیا مطلب۔ کہ تو نے نہیں پیا۔ اس لئے وان لہ تفعل فما بلغت رسالتہ کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ اگر تو نے خدا کا کلام نہیں پہنچایا۔ تو کلام نہیں پہنچایا۔ بلکہ یہ ہیں۔ کہ ما انزل الیک میں جو وسعت رکھی گئی ہے۔ اس میں سے اگر کوئی بات نہیں پہنچائی۔ اس کا کوئی حصہ نہ گیا ہے۔ تو تجھے جو کچھ پہنچانا چاہیے تھا۔ اسے تو نے گویا بالکل ہی نہیں پہنچایا۔ کیونکہ وہ کلام بتام و کمال پہنچانا ضروری تھا۔

پس مبلغ کا کام یہ ہے کہ جو کچھ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا۔ وہ سارے کا سارا دنیا میں پہنچا دے۔ اور جو حصہ جس کے متعلق ہے اسے پہنچائے۔ یہ نہیں۔ کہ کسی اور کا حصہ اور ہی کو دے آئے۔ یا بعض گمان کا حصہ پہنچا دے۔ اور بعض کو نہ پہنچائے۔ اگر وہ اس طرح کرے گا۔ تو اپنے فرض سے سبکدوش نہ ہوگا۔ بلکہ اس کا فرض ہے۔ کہ جس جس کا حصہ ہے اس تک پہنچا دے۔ مثلاً گھروں میں حصہ بٹتے ہیں۔ لوگ ناشوں کو حصہ دیتے ہیں۔ کہ فلاں فلاں گھروں میں دے آؤ۔ اب اگر ناش کو دس حصے پہنچانے کے لئے دیئے جائیں۔ اور وہ ان میں سے آٹھ تو پہنچا دے۔ مگر دو نہ پہنچائے تو وہ یہ نہیں کہہ سکتی۔ آٹھ جو پہنچا آئی ہوں۔ اگر دو نہیں پہنچائے۔ تو کیا ہوا۔ پس جس طرح اس کا آٹھ حصہ پہنچا دینا۔ دو کے نہ پہنچانے کے قصور سے اسے بری الذمہ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح مبلغ اگر ہر ایک کو اس کا حصہ نہیں پہنچاتا۔ بلکہ بعض کو پہنچا دیتا

ہے۔ تو وہ بری الذمہ نہیں ٹھہر سکتا۔ اس لئے مبلغ کا فرض ہے۔ کہ اسے جس قدر اور جس کے لئے جو کچھ دیا گیا ہے۔ اسے پہنچا دے۔ یہ بھی نہیں۔ کہ سارے کا سارا ایک ہی کو پہنچا دے مثلاً اگر ایک شخص کے گھر کے پاس جو آدمی رہتا ہو وہ اسے عیسائیوں۔ دہریوں۔ آریوں۔ وغیرہ کے رد کے دلائل پہنچا دے۔ لیکن جن عیسائیوں۔ دہریوں یا آریوں سے واسطہ پڑتا رہتا ہو انہیں یونہی چھوڑ دے۔ تو اس کی نسبت یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ اس نے پہنچا دیا۔ کیونکہ اس کا فرض ہے کہ دہریوں کے رد کے دلائل دہریوں کو بتائے۔ اور عیسائیوں کے رد کے دلائل عیسائیوں کو بتائے۔ اور آریوں کے رد کے دلائل آریوں کو پہنچائے۔ تو جس طرح کوئی شخص اگر وہ ساری چیزیں نہ پہنچائے جو اسے پہنچانے کے لئے دی جائیں۔ اور یا ان سب کو نہ پہنچائے۔ جن کے لئے دی جائیں۔ بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح مبلغ ساری باتیں نہ پہنچائے۔ اور جس جس کے لئے ہیں اس کو نہ پہنچائے۔ تو وہ مبلغ ہی نہیں ہو سکتا۔ مثلاً کوئی اس طرح کرے۔ کہ عیسائیوں میں جاٹے۔ اور جا کر ان کی تو تعریف کرے۔ اور ان میں یہودیوں کے خلاف دلائل دینے شروع کر دیتے۔ یا ہندوؤں میں جاٹے۔ اور ان کی تو تعریف کرتے۔ لیکن عیسائیوں کے خلاف تقریر شروع کر دے۔ یا غیر احمدیوں میں جاٹے۔ اور ان کے بگڑے ہوئے عقائد کے متعلق تو کچھ نہ کہے۔ مگر مجوسیوں کے خلاف دلائل دینے شروع کر دے۔ تو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ اور نہ وہ اپنے فرض سے سبکدوش سمجھا جائے گا۔ اسی بات کو نہ سمجھنے کی وجہ سے پیغمبر ہم سے الگ ہوئے ہیں۔ ان کے لکچراروں کا طریق تھا۔ کہ غیر احمدیوں میں گئے۔ تو عیسائیوں کے نقص بیان کرنے شروع کر دیئے۔ ہندوؤں میں گئے۔ تو کسی دوسرے مذہب کی برائیاں بیان کرنے لگ گئے۔

پیغامی شن

مولوی حبیب الرحمن صاحب مبلغ غیر مبایعین کے نزدیک منکرین
مسیح موعود کا فسر ہیں

اور عقل بیچ دینے کے مترادف ہے۔ ٹف ہے ایسی عقل اور فہم پر جو انسان کو اپنے محسن کی تعظیم سے ہی روکے۔ تاہم مولوی حبیب الرحمن صاحب کے جب بھی گفتگو کا موقع آیا۔ تو آپ نے خرافات سے گفتگو کی۔

مورخہ ۹ ۲۰ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ کے کسی وقت میں مولوی صاحب سے اتفاقاً ملا اور انہیں کہا کہ آپ احمدیہ ہال آرمی پریس میں آج شام کے وقت تشریف لائیں اور وہیں چائے ہی پئیں۔ رات نو بجے کے قریب مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ رات کے دو بجے تک گفتگو جاری رہی۔ بعض باتیں مولوی صاحب بہت دلچسپ اور حق بر زبان چلائی کے مطابق کرتے تھے۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ وہ مولوی صاحب سے ان کی ہی قلم سے لکھوا لوں۔ آجکل پیغامیوں کی باسی کراہی میں پھر سے ابال آیا ہے۔ اور وہ عوام کی دلجوئی کے لئے اپنے عقائد کو فراموش کر رہے ہیں۔ ورنہ قہر آپ ہی اسی طرح غیر احمدیوں کو کا فر خیال کرتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں اور آج بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ویسا ہی بنی سمجھتے ہیں۔ جیسا کہ حضور علیہ السلام کی زندگی میں یہ لوگ سمجھا کرتے تھے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل بیانات جو اہل پیغام کے سرکردہ مبلغ مولوی حبیب الرحمن صاحب کے ہیں۔ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

گزشتہ سال ماہ ستمبر میں خاکسار بغرض تبلیغ شملہ میں مقیم تھا۔ پیغامیوں کے مبلغ مولوی حبیب الرحمن صاحب بھی ان دنوں وہیں موجود تھے۔ باہمی اختلافات پر اکثر تبادلہ خیالات ہوتا رہتا تھا۔ مکرم و محترم خان صاحب مولوی فرزند علی بھی جوان دنوں شملہ ہی تھے۔ ان سے اکثر گفتگو فرماتے۔ اور آخر مولوی حبیب الرحمن صاحب مکرم خان صاحب کی قیام گاہ سے لا جواب ہو کر جایا کرتے اور کہا کرتے کہ میں غور کر دوں گا۔ اور سوچوں گا۔ اکثر پیغامیوں کو دیکھا ہے کہ ان میں غیر احمدیوں والا رنگ آگیا ہے۔ اور دوران گفتگو میں آپ سے ایسے باہر ہوتے ہیں کہ پھر انہیں یہ سوچتا ہی نہیں۔ کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ اس میں حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام پر کس قدر حملہ ہے۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ شریف غیر احمدی بھی حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کا نام لیں گے تو عزت سے مگر یہ ایسے کج رو واقع ہوئے ہیں۔ کہ حضور کا نام ہی نہایت گستاخی سے لیں گے۔

چنانچہ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ شملہ میں پیغامیوں کے سرکاری بار بار دوران گفتگو میں مرزا۔ مرزا کہتے۔ اس پر میں نے انہیں کہا۔ کہ مولوی محمد علی کا نام آئے۔ تو آپ مولانا حضرت محمد علی صاحب ایدہ اللہ کہتے ہو۔ لیکن حضرت سیدنا مسیح موعود علیہ السلام کے نام کو اس طرح گستاخی سے پکارتے ہو۔ تو بجائے اس کے کہ وہ اس غلطی اور گستاخی کا اعتراف کرنا اٹھایا کہنے لگا۔ کہ میں پیر پرست نہیں ہوں۔ گویا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا عزت سے نام لینا پیر پرستی

اور ساتھ ساتھ ان لوگوں کی جوانی کے سامنے ہوتے تعریف کرتے جاتے۔ گویا وہ کسی کی ٹوٹی کسی کو دیتے۔ اور کسی کی جتنی کسی کو پہنچا دیتے۔ اس کا جو کچھ نتیجہ ہوا۔ وہ ظاہر ہی ہے۔

جب تک جس قوم میں جو کمزوریاں اور نقائص ہوں۔ وہ اسے بتائے نہ جائیں۔ اس وقت تک کوئی مبلغ نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ مبلغ ما انزل الیک کے ماتحت ضروری ہے کہ یہودیوں میں جو نقص ہوں۔ وہ ان کو بتائے جائیں۔ عیسائیوں میں جو نقص ہوں۔ وہ ان کو سنائے جائیں غیر احمدیوں میں جو نقص ہوں۔ ان سے انہیں آگاہ کیا جائے۔ اور اپنی جماعت میں جو کمزوریاں ہوں۔ وہ اپنے لوگوں کو بتائی جائیں۔ ہاں جو مبلغ بنانے اور تیار کرنے والے ہوں۔ ان کا کام ہے۔ کہ ایک ایک شخص کو یہ سب باتیں بتائیں۔ لیکن جو شخص تبلیغ کرتا ہو اس کا فرض ہے۔ کہ وہ جس قوم میں جائے۔ اس کی کمزوریاں اور نقائص اس تک پہنچائے۔ اگر اس کے سامنے کسی دوسری قوم کی کمزوریوں کا ذکر کرے گا تو یہ مبلغ ما انزل الیک کے ماتحت نہ ہوگا۔

پس قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں کو ساری صداقتیں پہنچا دینی اور جو جس کا مستحق ہے اس کے پاس وہی پہنچانا مبلغ کا کام ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کو پوری پوری صداقت نہیں پہنچاتا تو وہ مبلغ نہیں ہو سکتا۔ اور اگر کسی کے کام آنے والی صداقت کسی اور کو پہنچا دیتا ہے۔ تو بھی مبلغ نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہ پہنچانا نہیں ہوتا۔ بلکہ پھینکنا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر چٹھی رسان کسی کا خط کسی کو دے آئے تو یہ نہیں کہیں گے۔ کہ وہ خط پہنچا آیا۔ بلکہ یہی کہیں گے۔ کہ خط پھینک آیا ہے۔

غرض مبلغ کے لفظ نے بتا دیا۔ کہ جس کے کام آنے والی صداقت ہو۔ اسی کو پہنچانا ضروری ہے۔ اور ما انزل الیک نے بتا دیا کہ ساری ساری پہنچانی چاہیے۔

مولوی حبیب الرحمن صاحب غیر مبایعین کے مبلغ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کو میں اُمتی بنی سمجھتا ہوں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اُمتی بنی آسکتے ہیں۔ حبیب الرحمن

جماعت احمدیہ قادیان ہی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق جیسا کہ آپ نے خود بھی فرمایا ہے یہی سمجھتی ہے۔ کہ آپ اُمتی بنی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اس قسم کے بنی آسکتے ہیں۔ جو اُمتی ہوں۔ اور ایسے نبیوں کے لئے دروازہ بند ہے۔ جو حضور کے اُمتی نہ ہوں۔ اور آپ سے فیض یافتہ نہ ہوں۔ پھر مولوی صاحب نے مسئلہ کفر میں بھی وہی اعتقاد ظاہر کیا ہے۔ جو جماعت احمدیہ قادیان کا ہے۔ کہ

”میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگانے والے اور انکار کرنے والے دونوں ایک ہی زد میں آتے ہیں“ جیسے کہ آپ نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی ص ۱۱۱ میں تحریر فرمایا ہے۔ یعنی وہ لوگ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگانے والے ہیں۔ وہ تو ہر حال ان کو مستم ہے۔ کہ کافر ہیں۔ لیکن جو لوگ کفر کا فتویٰ لگانے والے تو نہیں ہیں۔ مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعاوی کے منکر ہیں۔ اور آپ کو نہیں مانتے وہ بھی اُسی زد میں آتے ہیں۔ جو کہ فتویٰ لگانے والوں پر آتی ہے۔ یعنی وہ بھی کافر ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اسے اور واضح کرتے ہوئے مولوی صاحب موصوف نے لکھا اور مثال دے کر سمجھایا ہے ”مثلاً جیسے مولوی نذیر حسین دہلوی جس نے کفر کا فتویٰ لگایا اور وہ لوگ جنہوں نے اُس کی تائید کی وہ سب حدیث کی رو سے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہی کافر ہوتے ہیں۔“ حبیب الرحمن ۲۰/۹/۳۵

اس مثال سے مولوی صاحب موصوف نے واضح کر دیا۔ کہ نذیر حسین بوجہ فتویٰ کفر لگانے کے کافر ہوا۔ اور وہ لوگ جنہوں نے خود کفر کا فتویٰ تو نہیں لگایا۔ لیکن ان فتویٰ لگانے والوں کے خلاف

جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے۔ کہ اگر ان میں تخم دیانت اور ایمان ہے۔ اور وہ منافق نہیں ہیں۔ تو ان کو چاہیئے۔ کہ ان مولویوں کے بارے میں ایک لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح کے شائع کر دیں۔ کہ یہ سب کافر ہیں۔ کیونکہ انہوں نے ایک مسلمان کو کافر بنایا..... بشرطیکہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہ پایا جائے۔ اور خدا کے کھلے کھلے معجزات کے منکر نہ ہوں۔“ (حقیقۃ الوحی ص ۱۲)

کسی قسم کا کوئی اشتہار بھی نہیں شائع کیا۔ اور نہ ہی معجزات کے وہ مصدق ہوئے ہیں۔ اور کوئی ایسا ثبوت بھی نہیں دیا۔ جس سے یہ ثابت ہو۔ کہ ان میں کوئی نفاق کا شبہ نہیں پایا جاتا۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے لوگ جنہوں نے ان مولویوں کے بارے میں کوئی لمبا اشتہار ہر ایک مولوی کے نام کی تصریح سے شائع نہیں کیا کہ وہ کافر ہیں“ وہ دراصل نذیر حسین کے موید ہیں۔ اور مولوی حبیب الرحمن صاحب کے نزدیک ایسے لوگ جو نذیر حسین کی تائید کرنے والے ہیں۔ اگرچہ خود فتویٰ کفر صادر کرنے والے نہیں ہیں اسی زد میں آتے ہیں۔ جس زد میں کہ مولوی نذیر حسین دہلوی کیونکہ اس مثال سے ادھر جس کی وضاحت کے لئے یہ مثال دی گئی ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے ایک قاعدہ کلیہ بتایا ہے۔ کہ

”میرے نزدیک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر کفر کا فتویٰ لگانے والے (مثلاً مولوی نذیر حسین) اور انکار کرنے والے (یعنی نذیر حسین کی جنہوں نے تائید کی) دونوں ایک ہی زد میں آتے ہیں۔ یعنی یہ سب کافر ہوتے ہیں۔“ حبیب الرحمن

مولوی صاحب موصوف نے فرمایا تھا۔ کہ یہ تحریریں آپ الفضل میں بھیج دیجئے۔ لیکن ان میں آپ کے فائدہ کے لئے تو کچھ نہیں۔ میں نے انہیں اسی وقت کہہ دیا تھا۔ کہ یہ اس لئے آپ سے نہیں نکھو رہا۔ کہ انہیں الفضل میں شائع کیا جائے۔ بلکہ بوقت ضرورت

ان سے فائدہ اُٹھاؤں گا۔ خوش قسمتی سے کاغذات میں سے یہ کاغذاتفاقاً مجھے مل گیا۔ تو پیغامیوں کی موجودہ شرمناک دہوکہ دہی اور ان کے دجل کے پیش نظر یہ ضروری سمجھا کہ اسے فاروق میں شائع کر دیا جائے۔ مولوی صاحب کے لئے یقیناً اس تحریر کا چھپ جانا باعث مسرت ہوگا۔

میرے پاس یہ تحریر موجود ہے۔ مولوی صاحب موصوف اس کا انکار نہیں کر سکتے۔ اور اگر ضرورت ہوئی۔ تو اصل تحریر بھی دکھائی جاسکتی ہے۔ (خاکسار۔ شیخ مبارک احمدی مولوی فضل ازبوری)

دیاندی مشن

پیدائش عالم!

”دور تسلسل“ یا ”پرواہ سے انادی“

(۱)

آریہ سماج کو اپنے ہمارے سوامی دیانند کے خود تراشیدہ یا وید و شاستر سے اخذ کئے ہوئے اصولوں پر بڑا ناز ہے۔ اور اسی ناز کی ترنگ میں وہ تمام جہان کے راست بازوں کی ہتک عزت کے جرم عظیم کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اور خصوصیت سے مقدس اسلام کہ جس کی پاک اور بے لوث سیدھی اور صاف تعلیم کے اثر سے دنیا متاثر ہو چکی ہے۔ اور جس کی کشش سلیم القلب انسانوں کو آج بھی جبکہ زمانہ تعصب اور بغض عناد کا گھر بنا ہوا ہے۔ برابر اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ جیسے کہ ابتداء سے ہی وہ راست بازوں اور خوف خدا رکھنے والوں کو اپنی طرف کھینچتا چلا آیا ہے اور جس نے دنیا سے شرک و بت پرستی کی جڑ کو خدا کی جلیل شان دکھا کر اکھاڑا اور اس کی جگہ حق پرستی کا بیج بویا وہ بھی ان منہ پھٹ اور متعصب

آدمیوں کے بے جا الزاموں سے نہ بچا۔ اور وہ یہاں تک بڑھے کہ اللہ تعالیٰ کی شان میں بھی بے ادبیاں کرنے سے انہیں کوئی دریغ نہیں۔ بلکہ وہ اسے ایک مہم ہوم ہستی سمجھتے ہیں۔ ایک طرف ان سماجیوں کی بلند پروازی دیکھو۔ اور دوسری طرف ان کی اس ہرزہ درائی پر جو وہ تمام جہان کے راست بازوں اور ان سب کے سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان پاک میں کرتے ہیں۔ نگاہ کرو تو دل پھٹ جاتا ہے۔ مگر ہائے افسوس ان دریدہ مہمنوں کو ایک ذرہ بھی پرواہ نہیں ہے۔

اگر آریہ سماج اپنے اصولوں کے صحیح ادبے خطا ہونے پر ناز کرتا ہے۔ تو ہمیں کوئی حسد نہیں ہے اور اگر وہ واقعی درست ہوں۔ تو ہمیں ماننے میں بھی عذر نہیں ہے۔ مگر ہمیں تو گلہ یہ ہے کہ وہ بجائے اپنے دہریانہ اصولوں کی صحت کے ثابت کرنے کے کیوں گالیوں پر اترائے ہوئے ہیں۔ اس سب بدزبانی کا بیج تو ستیا رتھ پر کاش میں سوامی جی نے بویا تھا۔ مگر کیا سماج میں کوئی با حوصلہ واقعی آریہ نہیں جو اس گند کی جڑ کو کاٹ ڈالے تاکہ ان کی کھیتی جو اس بھیاناک طرز پر متعفن ہو چکی ہے کسی طرح چ جائے ہو اس کے صاف کرنے کے لئے کوشش بے کار ہے اگر دلوں کو پاکوں کی ہتک کرنے کی گندگی سے پاک نہ کیا جائے۔ یہ ہماری دوستانہ گزارش ہے۔

مقصد اس قدر تمہید کے بعد بتانا چاہتا ہوں کہ مندرجہ عنوان مضمون پر میری خامہ فرسائی کرنے سے کیا غرض ہے۔

میں جب ایک طرف آریہ سماج کی بلند پروازی کو دیکھتا ہوں۔ اور دوسری طرف انہیں سچے اصولوں کو پاؤں میں روندتے ہوئے نظر کرتا ہوں تو بے اختیار دل میں ایک جوش سا آتا ہے۔ اور جی چاہتا ہے کہ سچائی کی حمایت میں کچھ لکھوں۔ اور یہی جوش ہے

جو کچھ لکھتا ہے۔ ورنہ میری بساط ہی کیا ہے۔ کہ کچھ لکھوں۔ اور پھر پرواہ سے انادی یا دور تسلسل پر کہ جو خود ہی اس قسم کا سلسلہ ہے۔ کہ بظاہر ذہن میں ہی نہیں آتا۔ اور لطف یہ ہے۔ کہ یہی سلسلہ آریہ سماج کی ہر جگہ ہر بحث میں پشت و پناہ ہے۔ اور اگر کبھی اس سلسلہ کو ایک دم کے لئے آریہ سماجی غلط مان لیں۔ جیسے کہ میں انشاء اللہ تعالیٰ ثابت کر دکھاؤں گا۔ تو پھر نہ ان کا روح مادہ ہی قدیم ثابت ہو سکے گا۔ نہ تناسخ کا گورکھ دہندا ہی باقی رہے گا۔ اور نہ قدامت دینا اور قدامت وید وغیرہ ہی ثابت ہو سکے گی۔ میرا یہ ذاتی تجربہ ہے۔ کہ آریہ سماجی مناظرین اکثر اسی ہل اور غلط چکر میں پناہ لیتے ہیں۔ جب کبھی انہیں دلائل سے ساکت کر دیا جائے۔

میں نے آریہ سماجیوں سے قدامت مادہ وغیرہ پر بحث کی تناسخ وغیرہ کے غلط ہونے کا بتن سے بین ثبوت یا قدامت وید کی تردید کی تو آریہوں کو سوائے دور تسلسل کے مان لینے کے کوئی دوسری تدبیر کبھی نہیں سوچی۔ اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ سب سے پہلے اسی غلطی کو طشت از بام کر دوں۔ ہاں مجھے اس غلطی کے کھونے کے لئے کسی قدر طوالت تحریر کی ضرورت پیش آئے گی۔ جس کی میں کچھ پرواہ نہیں کرتا۔ کیونکہ بغیر اچھی طرح سے سمجھائے ہمارے ہمارے دماغ سے نکلے ہوئے اصولوں کے قائل کبھی سمجھ نہیں سکتے۔ غرض دور تسلسل کا مضمون بغیر کھلی کھلی بحث کے حل ہونا مشکل ہے۔ اس لئے ناظرین طوالت مضمون سے گھبراہٹیں نہیں۔ عقل اور فہم ہر جگہ یکساں نہیں ہوتا۔ کسی کو اشارہ کافی ہے۔ کسی کو بغیر ڈنڈے سمجھ ہی نہیں آتی۔ ان سب باتوں کو مد نظر رکھ کر اب میں بلا خوف طوالت اور اعادہ مضمون لکھنا شروع کرتا ہوں۔ اور اس سے پہلے جناب الہی

میں عرض کرتا ہوں۔ کہ وہ اپنی عنایت سے مجھے توفیق تحریر دے۔ اور غلطی اور ضد سے بچا لے۔ اور

پرواہ سے انادی کی تعریف

دو یا دو سے زیادہ امور کا بترتیب یکے بعد دیگرے واقع ہونا اور پھر اس سلسلہ کا علی الترتیب جاری رہنا۔ اور نہ اس سلسلہ کا آغاز ہونا انجام۔ اگرچہ ایک کا آغاز ہو۔ مگر کل سلسلہ کا آغاز نہ ہو اور اسی طرح یہ سلسلہ چلا آتا ہو۔ اور اسی طرح سے چلا جاوے۔ پرواہ سے انادی کہلاتا ہے یہ تعریف ہم نے سوامی جی کی تحریروں سے بطور خود اخذ کر کے لکھی ہے۔ لیکن آئندہ چکر ہم سوامی جی کے اپنے الفاظ ہی درج کریں گے۔ تاکہ کسی سماجی کو ہماری بیان کردہ تعریف پر کوئی شک نہ رہے۔ اور ظاہری طور پر یہ تعریف پڑھنے والے کے دل کو اپیل کرتی ہے کہ تم ابھی سے کہہ دو۔ کہ پرواہ سے انادی سلسلہ غلط ہے۔ اس لئے ممکن ہے۔ کہ خود آریہ بھدر پرش بھی شک میں پڑ جائیں۔ اور ہمیں سے کہیں۔ کہ یہ تعریف پرواہ سے انادی کی درست نہیں۔ اس لئے ہم عرض کرتے ہیں۔ کہ وہ مقوڑی دیر صبر سے پڑھتے جاویں۔ تو حقیقت حال سے مطلع ہو جائیں گے۔ اور یقیناً وہ مان لیں گے۔ کہ تعریف تو صحیح ہے۔ مگر یہ چکر ہی خود ایسا ہل ہے کہ عقل سلیم اسے تسلیم کر سکتی ہی نہیں۔

میں نے ہینڈنگ میں پرواہ سے انادی اور دور تسلسل کو یکجا ہی لکھا ہے۔ جس کی وجہ یہ ہے۔ کہ اول تو خود آریہ سماجی مترجمین نے پرواہ سے انادی کا ترجمہ یہ ہی کیا ہے۔ اور پھر جب ہم دور تسلسل کی تعریف پڑھتے ہیں۔ تو معلوم ہوتا ہے۔ کہ دو یا دو سے زیادہ امور کا جانب ازل کو متواتر چلے جانا حتیٰ کہ کہیں آغاز نہ ہو۔ دور تسلسل کہلاتا ہے۔ گویا بالفاظ دیگر تسلسل اور پرواہ سے انادی سلسلہ ایک ہی بات ہے۔ تاکہ کوئی غلط فہمی باقی نہ رہے۔ اس لئے ہم ایک مثال سے اس کی توضیح کرتے ہیں۔

(بقیہ مضمون دیکھو صفحہ ۱۳)

(ضیاء الاسلام پریس قادیان میں میر قاسم علی پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر فاروق منزل قادیان سے شائع کیا)